17

صرف اعتراض کرنا کافی نہیں
غیر مبائعین مقابلہ میں قبولیتِ دعا کا نشان دکھائیں

(فرمودہ 5 جولائی 1940ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"26 مئی 1940ء کو بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں ایک تقریر کرتے ہوئے میں نے بیان کیا تھا کہ:۔

"مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر انگریز سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔" 1

جو لوگ روحانی امور سے ناواقف ہیں اور ان باتوں سے بالکل جاہل ہیں ان کا ایسی باتوں پر تمسخر اور ہنسی کرنا کوئی بعید امر نہیں اور اس سے قبل میں یہ بھی کہہ چکا ہوں کہ:۔

"ابھی ان کے دماغ اس مقام پر نہیں آئے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں بلکہ اس وقت اگر کسی انگریز کے سامنے میری اس تقریر کا یہ حصہ رکھ دیا جائے تو وہ کہے گا کہ یہ کوئی پاگل ہے جو پاگل خانے سے چھوٹ کر آیا ہے۔ کیا ہماری حفاظت کے لئے ہمارے پاس توپ خانے اور بحری بیڑے

اور ہوائی جہاز اور بڑے بڑے اسلحہ موجود نہیں اور اگر ان ہتھیاروں کے
باوجود ہمیں فتح حاصل نہ ہو تو اس کی دعا سے کس طرح ہو سکتی ہے۔" 2

لیکن اس کے متعلق انگریزی قوم کے کسی فرد کی طرف سے تو کچھ نہیں کہا گیا اور شاید وہ کچھ نہ کہیں کیونکہ ان تک ہماری آواز اچھی طرح پہنچی بھی نہ ہو گی۔ ہاں ایک ذمہ دار افسر کے متعلق مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس کے سامنے جب یہ بات پیش ہوئی کہ مجھے دعا کے لئے لکھا جائے تو برطانیہ کو اللہ تعالیٰ فتح دے دے گا تو اس کے بعض مشیروں نے کہا کہ شاید اس طرح ہندوستان کی باقی اقوام میں بدمزگی پیدا ہو کہ ان کو کیوں لکھا گیا ہے اور بعض انگریز افسروں کی طرف سے یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ اگر جماعت کی طرف سے کوئی ایسی تحریک کی جائے تو پھر حکومت کی طرف سے بھی لکھا جا سکتا ہے مگر ہمارا اپنا کوئی ایسی بات لکھنا تو بیوقوفی کی بات ہے۔ ایسی بات عام رنگ میں تو کہی جا سکتی ہے مگر معیّن صورت میں یہ کہنا کہ ہمیں دعا کے لئے لکھا جائے اس کی غرض کو باطل کر دیتا ہے۔ لیکن پھر بھی مجھے اتنا علم ہے کہ انگریز قوم نے اس پر ہنسی نہیں اڑائی بلکہ نہایت ذمہ دار افسروں کے سامنے جب یہ بات پیش ہوئی تو انہوں نے اس پر نیم آمادگی کا اظہار کیا اور صرف اس بات سے ڈرے کہ دوسری قومیں یہ نہ کہیں کہ صرف احمدیوں کو دعا کی درخواست کے لئے کیوں چُنا گیا ہے مگر باوجود اس بُعد کے جو اس قوم کو روحانی امور سے ہے اور باوجود اس بُعد کے جو اس قوم کی شان و شوکت کو ہماری بے کسی اور بے سروسامانی سے ہے ان کا دعا کی طرف اتنا رجحان بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے اور وہ اسی وجہ سے ان پر رحم کر دے۔ بہرحال انہوں نے اس بات کی ہنسی نہیں اڑائی۔ ہاں بعض ہندوستانیوں نے بھی جو سچائی سے ویسے ہی دور ہیں جیسے یہ لوگ اس پر ہنسی اڑائی ہے مگر وہ چونکہ ناواقف اور جاہل ہیں اس لئے مجھے ان پر تعجب نہیں لیکن "الفضل" میں یہ پڑھ کر مجھے تعجب ہؤا کہ ہمارے پیغامی بھائی صاحبان نے بھی اس خیال کی ہنسی اڑائی ہے کہ کسی کی دعا قبول ہو سکتی ہے۔ تعجب ہے کہ وہ قوم جس نے رات دن معجزات دیکھے، وہ قوم جو رات دن دعا کی قبولیت کے نشان دیکھتی رہی، وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو پڑھتے اور ان کی تفسیریں اور تشریحیں لکھتے ہیں، وہ جنہوں نے آپ کا وہ فقرہ کئی بار پڑھا ہو گا کہ بعض لوگ

ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے جسم پر مٹی پڑی ہوتی ہے، ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں مگر جب وہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ دیتے ہیں کہ ایسا ہو گا تو اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دیتا ہے اور ان کی بات کو پورا کر کے چھوڑتا ہے۔3 اس قسم کا تمسخر کرتی ہے۔ یہ بات کسی نبی، رسول یا مامور کے متعلق نہیں بلکہ عام مومن کے متعلق ہے۔ مگر یہ وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کا کلام پڑھتے ہیں، اس کی تفسیریں شائع کرتے ہیں اور پھر ان کو بیچ کر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی روٹی کماتے ہیں۔ جو اس میں پڑھتے ہیں کہ أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ 4 اور اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ 5 مگر پھر بھی بے پرواہ ہو کر اس پر سے گزر جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ان کو صرف اتنا ہی واسطہ ہے کہ اسے بیچ کر اس سے روٹی کما لیں اور پیٹ بھر لیں اور اس میں خدا تعالیٰ کے جو وعدے مومنوں سے ہیں اور جس رنگ میں اس کی قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں ان کو وہ نظر انداز کر دیتے اور بھول جاتے ہیں۔ ان کی نگاہ ہماری ظاہری حالت پر پڑتی ہے جو ہندوستان میں ادنیٰ سے ادنیٰ اقوام کے برابر بھی نہیں۔ ہریجنوں کے ریزولیوشن حکومت کے نزدیک زیادہ وقیع ہوتے ہیں مگر ہمارے نہیں حالانکہ ہریجن وہی لوگ ہیں جنہیں چوہڑے اور چمار کہا جاتا ہے۔ حکومت صرف تعداد کو دیکھتی ہے وہ ہندوستان میں سات کروڑ ہیں اور اگر حکومت کو ضرورت پیش آئے تو اسے سات لاکھ والنٹیر مہیا کر سکتے ہیں اور حکومت کی نظر میں دل کے اخلاص اور تقویٰ سے یہ چیز زیادہ قیمتی ہے۔ اس لئے وہ احمدیوں سے زیادہ ہریجنوں کی قدر کرتی ہے۔

1917ء میں ایک جگہ احمدی سپاہیوں کو تکلیف تھی۔ میں شملہ میں تھا اور میں نے ذوالفقار علی خان صاحب یا چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو ایڈجوٹنٹ جنرل (ADJUTANT GENRAL) کے پاس بھیجا کہ ان کے سامنے احمدیوں کی یہ تکالیف پیش کر کے ازالہ کرائیں اور ان کو بتائیں کہ یہ لوگ حکومت کے وفادار ہیں، انہوں نے ساری عمریں فوجی سروس میں گزار دی ہیں اور اب بعض افسر دوسرے لوگوں کے شور مچانے پر ان کو نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ ملے اور یہ باتیں پیش کیں۔ ایڈجوٹنٹ جنرل نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ کی جماعت کے لوگوں پر ظلم ہوتے ہیں اور کہ وہ مدد کے مستحق ہیں لیکن ہمیں ہندوستان میں تین لاکھ فوج چاہیئے۔ اگر ہم آپ لوگوں کی

پرواہ کریں تو دوسرے ناراض ہو جاتے ہیں۔ ہم آپ کو خوش کر دیتے ہیں مگر کیا آپ لوگ ہمیں تین لاکھ سپاہی مہیا کر دیں گے۔ اس بات کا جواب وہ کیا دے سکتے تھے۔ تو گورنمنٹ پر جن باتوں کا اثر ہو سکتا ہے وہ چونکہ ہمارے پاس نہیں اس لئے اس کے نزدیک ہریجن بھی ہم سے زیادہ وقیع ہیں اور اس لحاظ سے ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ ہماری کمزوری اور ناتوانی سب قوموں سے زیادہ ہے۔ ہندو ملک میں کافی طاقتور ہیں مگر مسلمانوں کی تعداد بھی سات آٹھ کروڑ ہے۔ اس لئے ان کی آواز بھی بے اثر نہیں۔ بعض صوبوں میں مسلمانوں کی طاقت زیادہ ہے۔ پنجاب میں سکھوں کی آواز بھی بے اثر نہیں کیونکہ ان کی تعداد تیس چالیس لاکھ ہے۔ ادنیٰ اقوام کہلانے والے غریب ہیں مگر ان کی آواز بھی بے اثر نہیں کیونکہ ان کی تعداد سات کروڑ ہے۔ حکومتوں کو ہر وقت روپیہ ہی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات آدمیوں کی بھی ہوتی ہے۔ روپیہ کے لئے جہاں اسے سرمایہ داروں ساہوکاروں اور کارخانہ داروں کی ضرورت پڑتی ہے وہاں فوجی بھرتی کے وقت اسے مسلمانوں، سکھوں اور ہندوؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور مزدوری نیز کئی اور فوجی کاموں کے لئے ہریجنوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اس کی کون سی ضرورت ایسی ہے جسے احمدی جماعت پورا کر سکتی ہے۔ ہم حکومت کو روپیہ نہیں دے سکتے، فوجی سپاہی نہیں دے سکتے، مزدور نہیں دے سکتے۔ پھر وہ ہماری کیسے مدد کر سکتی ہے؟ کیونکہ جن چیزوں کے بغیر اس کا گزارہ نہیں ان میں سے کوئی بھی ہم مہیا نہیں کر سکتے۔ قومی لیڈروں کو بھی ان چیزوں کی ہی ضرورتیں پیش آتی ہیں۔ ان کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے وہ روپیہ والوں سے صلح پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گاندھی جی اپنے چرخہ [6] کے باوجود مسٹر برلا کے ہی مہمان ٹھہرتے ہیں اور کچھ عرصہ ہؤا جب ایکسچینج مارکیٹ کے متعلق سوال ہؤا تو آپ نے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر میں ان تاجروں کی مخالفت کروں تو گاندھی نہیں رہ سکتا۔ وہ ہریجنوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ بھی ان کی طاقت کو بڑھانے کا موجب ہیں مگر کون سی چیز ہمارے پاس ایسی ہے جس کے لئے سیاسی لیڈر ہماری طرف توجہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس نہ روپیہ ہے اور نہ آدمی اور نہ ہی ہماری آواز کوئی اثر رکھتی ہے۔ پھر ظاہری مذہبی لیڈر ہوتے ہیں ان کے لئے بھی اسی قسم کی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جب وہ

کوئی فتویٰ دیں تو ہزاروں، لاکھوں لوگ لٹھ لے کر ان کی تائید میں کھڑے ہو جائیں لیکن اگر وہ احمدیوں سے صلح رکھیں تو لوگ ان سے دور بھاگ جائیں۔ پھر وہ کس طرح ہماری طرف توجہ کر سکتے ہیں؟ پھر علمی لیڈروں کی نگاہ میں بھی احمدی محض بے کار ہیں۔ وہ لوگ جس فلسفہ اور علم النفس کو دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، جن اخلاق کی پابندی کرانا چاہتے ہیں، جو حریت و آزادی دماغوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں ان میں سے ہر ایک چیز کی احمدیت دشمن ہے۔ پھر اگر وہ اس کی قدر کریں تو کیونکر؟ اس لئے وہ بھی اسے بے کار سمجھتے ہیں اور یہ لوگ ایسا سمجھنے میں کچھ معذور بھی ہیں کیونکہ ان کا نقطۂ نگاہ بالکل مختلف ہے۔ مگر جو شخص احمدی کہلاتا ہے اسے اس بات کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھنا چاہیئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں اس لئے مبعوث ہوئے ہیں کہ بنی نوع انسان کا تعلق خدا تعالیٰ سے دوبارہ قائم کر دیں اور دوبارہ دنیا کو دعا کی قبولیت کا قائل کریں۔ اس لئے اس کا یہ تو حق تھا کہ کہتا تم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے خلاف چلنے والے ہو اس لئے خدا تعالیٰ تمہاری دعا کبھی نہیں سن سکتا۔ اگر اہل برطانیہ جنگ میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئیے مولوی محمد علی صاحب سے دعا کرائیں کیونکہ ہر احمدی کا یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی نمونہ تو چھوڑا ہے اسے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس غرض کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس میں ناکام رہے اور یا پھر یہ ماننا ہو گا کہ کوئی نہ کوئی فریق ایسا ہے جس کی دعائیں اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے۔ خواہ وہ مَیں اور میرے ساتھی ہوں یا مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء۔

پس جب مَیں نے یہ بات کہی تھی تو ان کا یہ حق تھا کہ کہتے تم نے احمدیت کو بگاڑ دیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے تمہاری دعا اللہ تعالیٰ نہیں سنے گا اور مضمون نگار صاحب یا خود مولوی محمد علی صاحب اعلان کر دیتے کہ میری دعا اللہ تعالیٰ سنے گا مگر افسوس کہ انہوں نے اس چیز کی تردید کی جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تھے۔ اب بھی یہ مضمون نگار بڑی خوشی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ تمہاری دعا نہیں سنے گا بلکہ میری سنے گا یا ان کا کوئی لیڈر اعلان کر دے کہ

میری سنے گا اور پھر معلوم ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ کس کی سنتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے سننے کے آثار بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔

مجھے اس جنگ کے متعلق اس نے بیسیوں ایسی باتیں قبل از وقت بتائیں جن کے سینکڑوں لوگ گواہ ہیں اور وہ باتیں اب پوری ہو رہی ہیں۔ ان کے اعلان کے بعد اگر اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ اخبار غیبیہ سے آگاہ کرے تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے اَتباع وہ ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے اس کو پیش آنے والے حالات سے آگاہ بھی کرتا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ ایک بادشاہ رؤیا میں مجھے دکھایا گیا اور الہام ہؤا:۔

Abdicated

اس کے بعد ایک اَور بادشاہ کے متعلق مجھے خبر دی گئی کہ اس کی فلاں بیماری ایک دوسری بیماری کے نتیجہ میں ہے اور اس کی خبر اسے دے دی گئی ہے۔ اسی طرح انگلستان کا فرانس کو اتحاد کا پیغام سخت خطرہ کی حالت میں دینا بھی مجھے قبل از وقت بتایا گیا جو غیر معمولی رنگ میں پورا ہؤا۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیتِ دعا کے آثار بھی ظاہر ہو جایا کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کس کی دعائیں سنتا ہے۔ اور پیغامی یہ طریق اختیار کر سکتے تھے کہ میرے مقابل پر اپنی دعاؤں کی قبولیت کا اعلان کر دیتے۔ یہ طریق ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت بھی قائم ہوتی اور ان کی صداقت بھی ظاہر ہو جاتی مگر افسوس کہ تلوار ہم پر نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چلاتے ہیں۔ جس طرح ابن زبیر نے کہا تھا کہ اُقْتُلُوْنِیْ وَمَالِکًا [7] یعنی مجھے اور مالک کو اکٹھے مار دو۔ اس نے تو نیک کام کے لئے کہا تھا مگر یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مارنا چاہتے ہیں۔ جب بھی یہ کوئی حملہ کرتے ہیں ایسے رنگ میں کرتے ہیں کہ ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت پر بھی پانی پھر جائے۔

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ کو شعائر اللہ کا کتنا خیال رہتا تھا اس کا اندازہ اس سے

ہو سکتا ہے کہ مکہ کے شعراء جب ایسی نظمیں جن میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے خاندان کی سخت ہتک ہوتی تھی لکھنے میں حد سے بڑھ گئے تو ایک روز حضرت حسّان نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ! اب تو یہ توہین حد سے بڑھ گئی اور ناقابلِ برداشت ہو گئی ہے۔ اس لئے مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھی جواب دوں۔ اہلِ عرب اچھی زبان پر مرتے تھے اور اچھا شعر خواہ کسی کا ہو سارے ملک میں پھیل جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا حسّان مَیں جواب کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟ میرے اور ان لوگوں کے باپ دادا ایک تھے۔ ان کے باپ دادا کے لئے جو لفظ استعمال کیا جائے گا وہ میرے باپ دادا کو بھی لگے گا۔ حضرت حسّان نے عرض کیا یارسول اللہ! میں اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں مگر میں حضور اور حضور کے خاندان سے ان لوگوں کو اس طرح باہر رکھوں گا جس طرح مکھن سے بال علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ مگر ان لوگوں کا طریق یہ ہے کہ جب بھی کوئی حملہ کرتے ہیں وہ صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ہوتا ہے۔ آپ کا مرتبہ نبی اور رسول نہ سہی مجدد اور مامور ہی سہی۔ مگر کیا مجدد اور مامور دنیا میں نیکی کا کوئی نشان چھوڑتے ہیں یا ان کے بعد تاریکی ہی تاریکی باقی رہ جاتی ہے۔ یہاں نبوت اور رسالت کا سوال نہیں، کسی بڑے عہدے کا سوال نہیں لیکن اس سے وہ انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان حدیثوں کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے جن میں تمام انبیاء نے ایک مامور کی خبر دی ہے۔ مگر میں کہتا ہوں تم آپ کو نبی اور رسول نہ کہو، مجدد اور مامور بھی نہ کہو۔ ایسا مسلمان ہی کہہ لو جس کی آمد کی سب نبیوں نے خبر دی ہے اور پھر بتاؤ کہ کیا ایسا مسلمان اپنے پیچھے کوئی نیکی بھی چھوڑے گا یا تاریکی ہی تاریکی۔ تم اس نیکی کے مقام کو پیش کر دو اور کہو کہ یہ مقام ہمیں حاصل ہے۔ ہمارے متعلق کہہ دو کہ تم تاریکی میں پڑے ہوئے اور پھر وہ تائیدات اور نصرتیں پیش کرو جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تھیں۔ یہ تائیدات ایسی نہ سہی جیسی آپ کو حاصل تھیں، ان سے بہت کم سہی۔ ہم مانتے ہیں کہ کسی مامور کے اتباع کا درجہ وہی نہیں ہو سکتا جو اس کو حاصل ہو مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعاؤں کی قبولیت کا نشان جو آپ نے نیچریوں اور دہریوں کے مقابل پر پیش کیا وہ کچھ نہ کچھ تو دنیا کے سامنے پیش کرو۔ اگر یہ نشان آپ کی ذات

پر ہی ختم ہو چکا تو آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کی قبولیت کے بعد آپ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اگر قصوں پر ہی مدار تھا تو پھر وہ پہلے قصے ہی کافی تھے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ عرفان کو قائم رکھنے کے لئے ایسے نشانات ہر وقت ضروری ہوتے ہیں جو کامل مومن اور صالح مومن بھی اپنے بعد چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے مومن کا بھی کچھ نہ کچھ نشان قائم رہنا چاہیئے۔ مولوی محمد علی صاحب نے جو تفسیر قرآن لکھی ہے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کاسہ لیسی میں کئی جگہ یہ بات دیگر مذاہب کے بالمقابل پیش کی ہے کہ کیا خدا تعالیٰ سو گیا ہے کہ اب بندے ہی سب کام کریں گے، اس نے کوئی نہیں کرنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار یہ بات اپنی کتابوں میں پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ دوسرے مذاہب سب بندوں کے کام ہی پیش کرتے ہیں خدا تعالیٰ کا کوئی فعل پیش نہیں کرتے مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ 8 ہے۔ ایک مومن اور متقی انسان جب اپنے خدا کو پکارتا ہے تو وہ بھی اسے جواب دیتا ہے یہ ایک اسلام کا امتیازی نشان آپ نے پیش کیا ہے اور مولوی محمد علی صاحب نے اپنی تفسیر میں بیسیوں آیات کی تشریح میں یہ بات پیش کی ہے۔ اگر ان کے نزدیک تفسیر ہی سب سے بڑا کام ہے جس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی تو کیا اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے بھی ان کی طرف ہاتھ بڑھانا تھا یا نہیں۔ کیا اس کے لئے کوئی کام ضروری تھا یا نہیں؟ ہمیں تو کوئی ضد نہیں ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تردید نہ کرو۔ آپ کی تائیدات اور نصرتوں کا حامل بے شک مولوی محمد علی صاحب یا اپنے کسی اور لیڈر کو ثابت کرو اور اسے پیش کر دو کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سنتا ہے۔ صرف مجھ پر اعتراضات کر دینا کافی نہیں میری تو طبیعت ایسی ہے کہ ذرا سا زیادہ لقمہ کھانے سے بھی خراب ہو جاتی ہے۔ کام کرتے ہوئے ذرا سا فاقہ کرنا پڑے تو خراب ہو جاتی ہے کیونکہ بچپن سے ہی میری صحت کمزور چلی آتی ہے۔ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ خود کیوں بیمار ہوتے ہیں۔ کوئی بچہ یا اور عزیز بیمار ہو گیا یا کوئی فوت ہو گیا تو اعتراض کر دیا حالانکہ میری دعائیں کتنی ہی کیوں نہ مقبول ہوں آنحضرت ﷺ سے زیادہ تو نہیں ہو سکتیں اور گو آپ کی صحت غیر معمولی طور پر اچھی تھی مگر پھر بھی آپ بیمار ہوتے تھے

اور آپ کے رشتہ دار بھی اور آپ کے کئی بچے فوت ہوئے۔ پس یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ اگر تمہاری دعا اس قدر مقبول ہے تو خود کیوں بیمار رہتے ہو یا رشتہ دار کیوں بیمار ہوتے یا فوت ہوتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ اس معترض نے میرے اس اعلان پر تمسخر اڑاتے ہوئے یہ خیال نہ کیا کہ دعاؤں کے متعلق قرآن کریم میں وسیع قانون بیان ہیں۔ بعض دعائیں یقینی طور پر قبول ہو جاتی ہیں، بعض یقینی طور پر ردّ ہوتی ہیں اور بعض ایسی ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو قبول کر لے اور چاہے تو ردّ کر دے۔ پھر جو قبول ہوتی ہیں ان کے متعلق بھی بعض شرائط ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بعض سنتیں اور بعض قدرتیں ہوتی ہیں۔ جو دعائیں یقینی طور پر قبول ہو جاتی ہیں وہ وہی ہوتی ہیں جو سنت اللہ یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے مطابق ہوں اور جو ردّ ہوتی ہیں وہ ان کے خلاف ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ 9 مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے مگر کیا اس کے لئے دعا ناواجب ہے؟ کیا آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنی فتح کے لئے دعائیں نہیں کرتے تھے؟ کیا آپ یہ دعا نہ کرتے تھے رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ۔10 پھر کیا یہ دعا لغو تھی جبکہ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون موجود تھا کہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ پس ان چیزوں کی تائید میں بھی دعائیں ہوتی ہیں اور وہ جزئیات کے لحاظ سے مفید بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر وہ فتح دس سال میں ہونی ہے تو اس دعا کے ذریعہ نو سال یا آٹھ سال میں ہو جائے گی اور اس وجہ سے یہ دعائیں بھی بے اثر نہیں ہوتیں۔ بہر حال جو دعائیں خدا تعالیٰ کی قدرت اور سنت کے مطابق ہوں وہ ضرور قبول ہو جاتی ہیں اور جو خلاف ہوں وہ ضرور ردّ ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص خواہ کتنا نیک کیوں نہ ہو اپنی جہالت کی وجہ سے اگر مُردے کے پاس بیٹھ کر دعائیں کرے کہ وہ زندہ ہو جائے تو یہ کبھی نہ ہو گا خواہ وہ ناک رگڑ رگڑ کر مر جائے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کی سنت اور اس کی قدرت کے خلاف ہے۔ تو بعض دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں، بعض ضرور ردّ ہوتی ہیں اور بعض ایسی ہوتی ہیں جو کبھی قبول ہو جاتی ہیں اور کبھی ردّ۔ بعض دفعہ تو ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ یہ دعائیں بھی ضرور قبول ہونے والی ہو جاتی ہیں اور

بعض دفعہ ایسے حالات ہوتے ہیں کہ وہ ضرور ردّ ہونے والی ہو جاتی ہیں۔ مثلاً وہ دعائیں جو پیشگوئیوں کے مطابق ہوں وہ قبول ہو جاتی ہیں۔ جیسے زید یا بکر کا اپنے دشمنوں پر فتح پانا یا کسی کے ہاں لڑکا ہو جانا یا مہلک مرض سے شفا پانا کوئی قانون الٰہی نہیں لیکن اگر کسی ایسی بات کے متعلق کوئی پیشگوئی ہو تو اس کے متعلق دعا ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ گویا جب خدا تعالیٰ کی تقدیر سے دعا مل جائے تو وہ قبول ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کے ہاں شادی کے بعد گیارھویں برس لڑکا ہونا ہوتا ہے تو اس کے دل میں دسویں سال دعا کی تحریک ہوتی ہے اور اس کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کی عزت قائم ہو اور اس کے ذریعہ اس کا فضل ظاہر ہو۔ یہ کوئی قانون نہیں کہ گیارھویں سال بیٹا ہو بلکہ مختلف میعادوں کے بعد ہوتے ہیں۔ ابھی ایک دوست کے ہاں اٹھارہ سال کے بعد اولاد ہوئی۔ پس جو وقت اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کام کے متعلق ہوتا ہے اس کے ساتھ اگر دعا مطابقت کھا جائے تو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے آملی۔ اس کی یہی خوبی ہے کہ وہ ایسے وقت کے ساتھ شامل ہو گئی ہے جب خدا تعالیٰ پہلے ہی قبول کرنے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

چل رہی ہے نسیم رحمت کی

جو دعا کیجئے قبول ہے آج [11]

یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کی نسیم تھی اور اس نے فیصلہ کیا تھا کہ آج ہم دعائیں قبول کریں گے اور اس نے اپنے مسیح کو بھی اس سے آگاہ کر دیا کہ یہ تقدیر ہے اس سے فائدہ اٹھالو۔ اب میں نے جو یہ کہا کہ اگر انگریز قوم سچے دل سے توحید پر قائم ہو کر مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو اسے فتح حاصل ہو گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں، اس کے کلام اور میری رؤیاؤں کے عین مطابق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قوم کے لئے بہت دعائیں کی ہیں مگر ان قوموں نے خدا تعالیٰ کے تخت پر ایک بندے کو بٹھایا ہؤا ہے اس لئے خدا تعالیٰ ان کو ابتلاؤں میں ڈال رہا ہے۔ پیغامی انکار کریں تو بے شک کریں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے متعلق جو جو دعائیں کی ہیں ان کے قبول ہونے میں روک ان کا شرک ہی ہے۔ اگر

یہ روک جزواً یا کُلاًّ دور ہو جائے تو یہ دعائیں فوراً قبولیت کا جامہ پہن لیں گی۔ میں نے کئی رؤیا ایسے دیکھے ہیں کہ میری دعاؤں سے ان کی مصیبتیں ٹل سکتی ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں جو دعا کرتا ہوں وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اگر میرے اختیار میں یہ بات ہوتی تو میں ان تکلیفوں کو ہی کیوں نہ ٹال دیتا جو خود ہمیں آتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ کفار آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہتے تھے کہ اگر تم خدا تعالیٰ کے اتنے ہی محبوب ہو تو کیوں تمہارا فلاں کام نہیں ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ! ان سے کہہ دے کہ اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو میں سب بھلائیاں اپنے ہی لئے نہ جمع کر لیتا؟12

پس اگر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے یہ قانون نہ تھا تو میرے لئے کیونکر ہو سکتا ہے؟ جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے بھی یہی قانون تھا کہ جب خدا تعالیٰ دعا قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور کسی نشان کے ذریعہ آپ کی عزت قائم کرنا چاہے تو وہ ضرور قبول کر لیتا۔ تو میرے لئے یا کسی اور کے لئے اس کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے؟ میں تسلیم کرتا ہوں کہ انگریزوں کی طاقت میں ہے کہ چاہیں تو ہمیں پھانسی دے دیں یا قید کر دیں۔ حالانکہ اس وقت وہ دشمن کے مقابلہ میں کمزور نظر آتے ہیں مگر باوجود اس کے میرا دعویٰ ہے کہ میری دعا سے ان کی مشکلات دور ہو سکتی ہیں کیونکہ انگریزوں کا ہماری جانوں پر تصرف اَور قانون کے ماتحت ہے اور اس بارہ میں دعا کی قبولیت ایک اَور قانون کے ماتحت ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پکڑنے کے لئے ایران کے بادشاہ نے ارادہ کیا تھا مگر ابھی پکڑنے والے نہ آئے تھے صرف پیغام لے کر یمن کے گورنر کے آدمی پہنچے تھے مگر آپ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے آقا سے کہہ دو کہ ہم نہیں آتے، تمہارے خدا کو ہمارے خدا نے مار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کے لڑکے کو تحریک کی اور اس نے اپنے باپ کو مار دیا۔13 مگر اُحد کی جنگ میں دشمن نے آپ پر حملہ کیا پتھر مارے، آپ کے دانت ٹوٹ گئے، سر زخمی ہو گیا اور خَود کی کیلیں سر میں کُھب گئیں آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپؐ کے اوپر بعض اور زخمی صحابہ گرے14 اور صحابہ نے خیال کر لیا کہ آپ شہید ہو گئے۔15

اب کوئی کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو آپ کی اتنی عزت منظور تھی کہ آپ کی خاطر ایران

کے بادشاہ کو اتنی دور مروا دیا تو اس نے اُحد کے میدان میں کافروں کو آپ کو اس طرح پتھر کیوں مارنے دیئے؟ تو یہ اعتراضات درست نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔ یہ راز ہیں۔ بعض مواقع پر وہ تھوڑی سی بات پر پکڑ لیتا ہے، بعض دفعہ کسی مصلحت کے ماتحت ڈھیل دیتا ہے تا انسان کی بے بسی اور بے سروسامانی ظاہر ہو۔ پس میں اگر کوئی دعویٰ کرتا ہوں تو اسی جگہ جب خدا تعالیٰ کہے ورنہ نہیں۔ میں تو کمزور انسان ہوں یہ کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ وہ میرے لئے ایسی قدرت دکھائے جو اس کی طرح وسیع ہو بلکہ ایسی وسیع قدرتیں تو خدا تعالیٰ خود اپنے لئے بھی نہیں دکھاتا۔ کیا دنیا میں خدا تعالیٰ کی توہین اور تحقیر کرنے والے نہیں؟ بعض لوگوں کو یونہی فالج ہو جاتا ہے مگر روس میں ایسے ڈرامے کئے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ایک مجسمہ بنا کر بٹھایا جاتا ہے اور ایک شخص لینن بن کر اس کے متعلق فیصلہ کرنے بیٹھتا ہے اور لوگ خدا تعالیٰ کے متعلق اس کے سامنے یہ باتیں پیش کرتے ہیں کہ یہ بڑی ظالم ہستی ہے اس نے دنیا پر کئی قسم کے عذاب نازل کئے ہیں، یہ قحط نازل کرتا ہے، وبائیں بھیجتا ہے اور لینن فیصلہ کرتا ہے کہ اسے پھانسی دے دیا جائے اور پھر اس مجسمہ کو پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے مگر ان پر خدا تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوتا لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے مُنہ سے کوئی چھوٹا سا جملہ بھی نکل جاتا ہے تو وہ تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ مضمون بڑا وسیع ہے جس کا یہ خطبہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے اسے کھول کر بیان کیا ہے۔ پس میں اس نادان معترض سے کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ نہ کرو۔ آپ اسی قسم کے نشان دکھانے آئے تھے اور ایسے بندے پیدا کرنا آپ کا ایک مقصد تھا جن کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بڑے بڑے انقلابات پیدا کر دے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ :۔

چو پیش او بروی کارِ یک دعا باشد[16]

اس کا مطلب یہی ہے کہ جو کام ساری دنیا نہیں کر سکتی وہ ایک دعا سے ہو جاتا ہے مگر اس کے یہ معنے بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر دعا کو ضرور قبول کر لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحبزادہ مبارک احمد فوت ہؤا۔ مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہوئے۔ آپ نے دعائیں بھی کیں مگر وہ فوت ہو گئے اور یہ بھی آپ کا ایک نشان ہے کیونکہ مرزا مبارک احمد صاحب

کے متعلق آپ نے قبل از وقت بتا دیا تھا اور جب کوئی بات قبل از وقت کہہ دی جاتی ہے تو وہ نشان بن جاتی ہے۔ پس نہ تو یہ ہوتا ہے کہ ہر دعا قبول ہو جاتی ہے اور نہ ہر ردّ ہوتی ہے۔ ہاں جو دعا وہ قبول کرنے کا فیصلہ کرے وہ ضرور قبول ہوتی ہے اسے کوئی ردّ نہیں کر سکتا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے [17]

بہر حال اللہ تعالیٰ کے جو فضل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ نازل ہوئے ان کا جاری رہنا ضروری ہے۔ پیغامیوں کا یہ حق تو ہے کہ کہہ دیں یہ تمہارے ذریعہ جاری نہیں ہو سکتے مگر یہ ضروری ہے کہ وہ میرے مقابلہ پر اپنے امام یا لیڈر کو پیش کریں اور کہیں کہ اس کے ذریعہ ان فضلوں کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اگر واقعی خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ آئندہ کے امور کے متعلق خبریں ظاہر کرے اور اس کی دعاؤں کو غیر معمولی طور پر سنے تو ہم مان لیں گے کہ ہم گو غلطی پر تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت ثابت ہے مگر یہ لوگ تو دروازہ ہی بند کرتے ہیں۔ کیا عجیب بات ہے کہ ان کے عقیدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو نبوت بند ہو گئی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے تو دعا کی قبولیت کا دروازہ بند ہو گیا اور اب کوئی تیسرا مامور آیا تو شاید ایمان بھی بند ہو جائے گا اور دنیا میں صرف کفر ہی کفر رہ جائے گا۔ خدا تعالیٰ کی مہر تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام سے ثابت ہے رحمت کے دروازے کھول دیتی ہے مگر مولوی محمد علی صاحب نے ایک ایسی مُہر ایجاد کی ہے کہ ہر بھلائی اور خیر کا دروازہ بند کیا جا رہا ہے۔" (الفضل 12 جولائی 1940ء)

---

1 الفضل 4 جون 1940ء

2 الفضل 6 اکتوبر 1939ء

3 سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب البراء بن مالک

4 النمل:63

5 المؤمن:61

6 چرخہ: کمزوری، ضعف

7 تاریخ ابن اثیر جلد 3 صفحہ 250-251 مطبوعہ بیروت 1965ء

8 البقرۃ:3

9 المجادلۃ:22

10 الاعراف:90

11 نزول المسیح روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 603

12 وَلَوۡ كُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ لَاسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَيۡرِ ۔(الاعراف:189)

13 تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ 247 تا 249 مطبوعہ بیروت 1987ء

14 سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 84-85 مطبوعہ مصر 1936ء

15 سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 88 مطبوعہ مصر 1936ء

16 درثمین فارسی صفحہ 190 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ

17 درثمین اردو صفحہ 158